باب سوم

سیرتِ طیبہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم

غزوۂ تبوک

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

غزوہ تبوک میں نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قربانیوں اور اس کے نتائج سے آگاہ ہو سکیں۔

علم

- غزوہ تبوک کے اسباب، وجوہات اور پس منظر سے آگاہ ہو سکیں۔
- غزوہ تبوک کے واقعات سے آگاہ ہو سکیں۔
- اس غزوہ کی مشکلات اور منافقین کے کردار سے آگاہ ہو سکیں۔
- اس غزوہ میں نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالخصوص حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قربانیوں اور اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی مدد سے آگاہ ہو سکیں۔
- غزوہ تبوک کے موقع پر مدینہ منورہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی انتظامی صلاحیتوں سے آگاہ ہو سکیں۔

صلاحیت

- نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قربانیوں سے آگاہ ہو کر اعلاء کلمۃ اللہ (غلبہ اسلام) کے لیے قربانی کا جذبہ پیدا کر سکیں۔
- منافقین کے کردار سے آگاہ ہو کر منافقت کی تمام صورتوں سے اجتناب کرنے والے بن سکیں۔
- حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہم کے واقعے سے سبق حاصل کرتے ہوئے ہر حال میں سچائی پر کاربند رہنے والے بن سکیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو دار ابتلاء قرار دیا ہے چناں چہ مومن ہر طرح کی کیفیت اور ہر قسم کے حالات میں آزمایا جارہا ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ فرماتے ہیں: مومن کی شان عجیب ہے کہ اس کے ہر معاملے میں اس کے لیے خیر و بھلائی پوشیدہ ہے، اگر اسے خیر پہنچے وہ اس پر شکر کرے تو اجر کما لیتا ہے اور اگر کسی تکلیف سے دوچار ہوا اور اس پر صبر کرے تو اللہ کی رضا کو پالیتا ہے۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر 7500)

پس منظر

ایک طرف فتح مکہ کے ساتھ عرب میں اسلام کے سب سے بڑے مخالف گروہ (قریش مکہ) کا زور ٹوٹ چکا تھا اور وفود شہر مصطفی میں جوق در جوق حاضر ہو کر اسلام کا اقرار کر رہے تھے تو دوسری طرف روم کی عیسائی سلطنت کی طرف سے حملے کی خبریں بھی سنائی دے رہی تھیں۔ نبی کریم ﷺ نے اس فتنے کے سدّباب کی غرض سے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جنگی تیاری کا حکم دیا تاکہ اسلامی سلطنت کی سرحدوں کو محفوظ بنایا جاسکے۔

غزوہ کی تیاری

جنگوں میں نبی کریم ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ کوچ کے وقت تک اپنی منزل کے متعلق خبر نہیں دیا کرتے تھے لیکن اس مرتبہ آپ ﷺ نے معاملہ راز نہیں رکھا کیونکہ راستہ کٹھن تھا، مسافت دور دراز کی تھی اور دشمن بڑی تعداد میں جمع ہو چکا تھا۔ ہجرت کو نو سال مکمل

ہو چکے تھے اور عیسائیوں کے مد مقابل یہ پہلی جنگ تھی۔ یہ وقت انتہائی کٹھن تھا، مدینہ منورہ میں کھجور کی فصل تیار ہونے اور پکنے کے قریب تھی، قحط سالی، مسافت اور گرمی کی شدت کے باوجود اہل ایمان نے حکمِ الٰہی کو ہر دنیاوی اور مادی فائدے پر مقدم رکھا۔ چناں چہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ایمانی جوش و خروش سے تیاری شروع کر دی۔

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایثار و سخاوت

اس موقع پر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ایثار و سخاوت کے غیر معمولی واقعات ملتے ہیں۔ جنگ کے لیے امداد جمع کی جانے لگی تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک تہائی لشکر کی ذمہ داری اٹھائی، نو سو اونٹ، ایک سو گھوڑے، دس ہزار دینار اور بے شمار زادِ راہ پیش کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اس سخاوت پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"آج کے بعد عثمان کا کوئی عمل انھیں نقصان نہیں پہنچا سکتا؛ یہ کہتے ہوئے آپ ﷺ ان کے پیش کردہ دیناروں کو خوشی سے الٹ پلٹ رہے تھے"۔(سنن ترمذی: 3701)

حضرت صدّیق اکبر رضی اللہ عنہ ہمیشہ ہر معرکے میں پیش پیش رہے، اپنی کل ملکیت لے آئے جس کی قیمت لگ بھگ چار ہزار درہم تھی۔ نبی کریم ﷺ ان کے جذبے کو بخوبی جانتے تھے، آپ ﷺ نے ان سے پوچھا: ابو بکر! اپنے گھر والوں کے لیے کچھ چھوڑا ہے؟ تو عرض کیا: میں ان کے لیے اللہ اور اللہ کے رسول کو چھوڑ آیا ہوں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خیر کی مسابقت میں پیچھے نہ رہے اور اپنا آدھا مال پیش کر دیا اور کہنے لگے: اے ابو بکر (رضی اللہ عنہ) آج یقین ہو گیا کہ آپ سے آگے نہیں نکلا جا سکتا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے بھی اپنا بہت سامال پیش کیا۔ خواتین نے بھی اس کارِ خیر میں بھرپور شرکت کی، کئی خواتین نے اپنے زیورات بھجوائے۔ عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ نے نوّے وسق کھجور خدمتِ نبوی ﷺ میں پیش کی (ایک وسق ایک اونٹ پر لادے جانے والے بوجھ کے برابر ہوتا ہے)۔

نبی کریم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اس سخاوت و ایثار کے جذبے کی حوصلہ افزائی فرماتے اور ان کے جذبے کی قدر فرماتے تھے۔ جہاں مادّی تیاری زوروں پر تھی، وہیں روحانی تیاری بھی کرائی جاتی تھی - تیاری مکمل ہونے کے بعد تیس ہزار کا لشکر لیے نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ سے نکلے۔ آپ ﷺ نے حضرت محمّد بن مَسْلَمہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں اپنا قائم مقام بنایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی آپ ﷺ نے مدینہ منورہ میں ٹھہرنے کا حکم فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیچھے رہنے پر کچھ پریشانی اور گرانی محسوس ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اے علی! کیا آپ راضی نہیں کہ آپ کی حیثیت میرے لیے وہی ہو جو موسیٰ علیہ السلام کے لیے ہارون علیہ السلام کی تھی! مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہو گا۔ (صحیح مسلم: حدیث نمبر 6218)۔ یہ واقعہ حضرت علی ؓ کی انتظامی صلاحیتوں اور آپ ﷺ کے اُن پر اعتماد کا آئینہ دار ہے۔

منافقین کا کردار

منافقین نے ایک مسجد بنا رکھی تھی جس میں اکٹھے ہو کر مسلمانوں کے درمیان پھوٹ اور تفرقہ ڈالنے کے منصوبے بنایا کرتے تھے۔ اس غزوے کی تیاری کے دوران میں بھی منافقین صدقات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والوں کو ریاکاری کا طعنہ دیتے تھے اور بہت تھوڑا سامال پیش کرنے

والوں کا مذاق اڑاتے تھے۔ وہ مدینہ منورہ میں کھجور کی فصل تیار ہونے اور پکنے کے قریب ہونے، قحط سالی، مسافت اور گرمی کی شدت کی وجہ سے غزوہ کی حمایت میں نہیں تھے اور مسلمانوں کے حوصلے بھی پست کرنے کی کوشش میں لگے رہتے تھے۔

تبوک کی طرف سفر

کچھ منافقین غزوے میں شرکت کے لیے نکلے لیکن مسلمانوں کے حوصلے پست کرنے کے لیے اپنی منافقت کا اظہار کرتے ہوئے راستے سے واپس ہوگئے۔ یہ تو ایمان کا امتحان تھا، اور وہی لوگ ہمراہ رہے جن کے دل جذبہ ایمانی سے سرشار تھے۔ چناں چہ اللہ تعالی نے اہل ایمان کو تسلی دی کی نفاق کے اس ٹولے کا پیچھے رہ جانا ہی بہتر تھا۔ دوران سفر ایک روز پانی بالکل ختم ہوگیا، پیاس سے لوگ پریشان تھے۔ نبی ﷺ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے یہاں تک کہ سب سیراب ہوگئے۔ یہ علاقہ اس وقت بالکل بنجر تھا۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

اے معاذ! اگر آپ زندہ رہے تو آپ دیکھیں گے کہ یہ علاقہ باغ و بہار بن جائے گا۔ چناں چہ ایسا ہی ہوا۔ (صحیح مسلم:5947)

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے پڑاؤ کے دوران میں دُور دُھول اڑتی دیکھی، جس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ کرے ابوخیثمہ ہوں! حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ پیچھے رہ گئے تھے، لیکن شدید گرمی میں جب باغ میں ٹھنڈا پانی دیکھا تو دل میں نبی کریم ﷺ کی ایسی محبت جاگی کہ فوراً نکل پڑے اور لشکر سے جا ملے۔

تبوک میں قیام اور مدینہ منورہ کی طرف واپسی

اس غزوہ کو قرآن نے مشکل گھڑی قرار دیا ہے۔ ایک موقع پر کھانے کا سامان ختم ہوگیا۔ حالت ایسی تھی کہ ایک کھجور کو باری باری چوس کر گزارا کیا جا رہا تھا لیکن ان تمام حالات میں اہل ایمان کا یہ قافلہ رواں دواں رہا۔ یہاں تک کہ ساڑھے چھے سو کلو میٹر سے زائد سفر طے کر کے یہ لشکر تبوک پہنچا۔ یہاں لشکر نے دس پندرہ دن پڑاؤ ڈالا لیکن رومیوں کے دلوں میں ایسا رعب طاری ہوا کہ وہ مقابلے کے لیے نہ آئے۔ نبی کریم ﷺ نے اس دوران میں ارد گرد کے قبائل میں خطوط بھیجے اور انھیں اسلام کی دعوت دی اور بعض قبائل سے صلح کے معاہدے بھی طے پائے۔ پھر مدینہ منورہ کی طرف واپسی کا سفر شروع ہوا۔ مدینہ کے قریب ذی اوان کے مقام پر لشکر پڑاؤ کیے ہوئے تھا کہ منافقین کی بنائی ہوئی مسجد ضرار کو ڈھانے کا حکم نازل ہوا۔ چناں چہ لشکرِ ایمان نے مغرب اور عشاء کے درمیان اس مسجد کو زمین بوس کر دیا۔

مدینہ میں آمد اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی توبہ

جب نبی کریم ﷺ مدینہ پہنچے تو وہ منافقین جو اس غزوہ میں شریک نہیں ہوئے تھے، انھوں نے فوراً آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر بہانے بنانا اور قسمیں اٹھا اٹھا کر عذر پیش کرنا شروع کر دیے۔ نبی کریم ﷺ ان کی حقیقت جاننے کے باوجود خاموش رہے۔ ان منافقین کے علاوہ تین صحابہ رضی اللہ عنہم بھی غزوہ میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ اُن میں حضرت کعب بن مالک، حضرت مرارۃ بن الربیع اور حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہم شامل تھے۔ انھوں نے سچائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اقرار کیا کہ ہم نے کسی مجبوری کے بغیر غزوے میں شرکت نہیں کی تھی۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان سے بات چیت سے منع فرمایا۔ یہ ان کی استقامت اور سچائی کا کڑا امتحان تھا کہ ایک طرف منافقین جھوٹ بول کر سرخرو ہوگئے اور یہ لطافتِ نبوی سے وقتی طور پر محروم ہوگئے۔ چند دن بعد آپ ﷺ نے انھیں اپنے گھر والوں سے بھی الگ رہنے کا حکم دیا، البتہ

ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ چونکہ بزرگ تھے اس لیے ان کی بیوی کو ان کی خدمت کی اجازت دے دی گئی۔ اسی طرح پچاس دن گزر گئے، پھر ان کی توبہ کی قبولیت کے متعلق وحی اتری۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کا مسجد میں بھرپور استقبال کیا اور انھوں نے بھی بقدر استطاعت مال صدقہ کیا۔

یہ غزوہ ہمیں اس بات کا درس دیتا ہے کہ مومن کی سب سے قیمتی متاع اس کا ایمان ہے، اور جب بھی اسے آزمایا جائے گا وہ اپنے ایمان کی خاطر سب کچھ لٹانے کے لیے ہمہ وقت تیار رہے گا۔ اسی طرح ہمیں اس غزوے سے اسلام کے لیے اپنی جان اور مال کو پیش کرنے کا جذبہ بھی سیکھنے کو ملتا ہے۔ اسی طرح یہ غزوہ ہمیں سچ کی اہمیت اور سچائی کے دامن کو مضبوطی سے تھامے رکھنے کی اہمیت سے روشناس کراتا ہے کہ سچائی نجات دیتی ہے اور جھوٹ ہلاک کر دیتا ہے۔ یہ آخری غزوہ تھا جس میں نبی کریم ﷺ شریک ہوئے۔ اللہ کی مدد آن پہنچی تھی اور لوگ جوق در جوق دین میں داخل ہو رہے تھے اور مقصد کی تکمیل کے ساتھ نبی کریم ﷺ کا دنیا سے پردہ فرمانے کا وقت بھی قریب تر آ چکا تھا۔

مشق

سوال نمبر ا۔ مناسب ترین جواب پر (✓) کا نشان لگائیں۔

ا۔ غزوہ تبوک میں جنگ کی نوعیت کیا تھی:

الف۔ انفرادی　　ب۔ دفاعی　　ج۔ اقدامی　　د۔ اجتماعی

۲۔ سورۃ توبہ میں اس غزوہ کو کس نام سے موسوم کیا گیا ہے؟

الف۔ عسرۃ　　ب۔ ضرار　　ج۔ جہاد　　د۔ مشقہ

۳۔ تبوک اور مدینہ کے درمیان تقریباً کتنے کلو میٹر کا فاصلہ ہے؟

الف۔600　　ب۔650　　ج۔700　　د۔750

۴۔ آپ ﷺ نے اس غزوے میں اپنے کس عزیز کو مدینہ منورہ میں رہنے کا حکم دیا؟

الف۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ　　ب۔ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ

ج۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ　　د۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

۵۔ آپ ﷺ نے تبوک سے واپسی پر کس چیز کو ڈھانے کا حکم فرمایا؟

الف۔ قبہ　　ب۔ گھر　　ج۔ مسجد ضرار　　د۔ چٹان

سوال نمبر ۲۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جواب تحریر کریں۔

ا۔ غزوہ تبوک کے اسباب مختصر تحریر کیجیے۔

۲۔ مسلمانوں نے مشکل حالات میں اس غزوہ کے لیے تیاری کیسے کی؟

۳۔ عسکری معاملات کو ملکی مفاد میں راز میں رکھنے کی سیرتِ طیبہ سے مثال دیں۔

۴۔ اس غزوہ کے نتائج رومیوں پر غلبے اور دیگر کفار کے اعتبار سے تحریر کریں۔

۵۔ دوران سفر نبی کریم ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو جو ہدایات دیں، ان کی اہمیت بیان کیجیے۔

سوال نمبر ۳۔ درج ذیل سوالات کے تفصیلی جواب تحریر کریں۔

۱۔ غزوۂ تبوک میں مسلمانوں کی تیاری کا جائزہ پیش کریں۔

۲۔ غزوۂ تبوک کے اسباب و نتائج پر نوٹ لکھیں۔

۳۔ غزوۂ تبوک سے ہم اپنی عملی زندگی میں کیا سبق حاصل کر سکتے ہیں۔ وضاحت کریں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- سورۃ توبہ میں غزوہ تبوک سے متعلق آیات کی فہرست بنائیں اور ان سے نکلنے والے اسباق تحریر کریں۔
- غزوۂ تبوک میں مسلمانوں کے لشکر اور دیگر چیزوں کی تفصیل پر مبنی چارٹ بنائیں۔

برائے اساتذہ کرام

- جماعت کے کمرے میں منافقت کی مختلف صورتوں پر مذاکرہ کریں۔
- احادیث کی کتب سے حدیثِ توبہ کا ترجمہ تلاش کر کے اسے سنایا جائے، پھر اس پورے واقعے سے کم از کم دس فوائد کی فہرست طلبہ سے بنوائیں۔

حجۃ الوداع

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

علم	صلاحیت
• حجۃ الوداع کے واقعات سے آگاہ ہو سکیں۔ • خطبہ حجۃ الوداع کی اہمیت اور تعلیمات سے آگاہ ہو سکیں۔ • حجۃ الوداع سے واپسی پر غدیر خم کے خطبے کو جان کر اہل بیت خصوصاً حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی فضیلت و منقبت سے واقف ہو سکیں۔	• نبی کریم ﷺ کے حج مبارک کے واقعات سے آگاہ ہو کر حج کا شوق اور ترغیب حاصل کر سکیں۔ • خطبہ حجۃ الوداع کی تعلیمات سے آگاہ ہو کر ان کو اپنی عملی زندگی میں اپنا سکیں۔ • اہل بیت کے مقام و مرتبہ سے آگاہ ہو کر ان سے محبت، احترام و توقیر اور پیروی کرنے والے بن سکیں۔

پس منظر

نبوت کے تیئیس سال پورے ہونے کو تھے اور اسلام پورے عرب میں پھیل چکا تھا۔ یکے بعد دیگرے تقریباً سبھی قبائل مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے سورۃ نصر نازل ہوئی، جس میں آپ ﷺ کے لیے اشارہ تھا کہ گویا آپ کا کام اب مکمل ہو گیا ہے۔ چناں چہ آپ نے وصال سے پہلے تعلیمات اسلامیہ کو سارے عرب تک پہنچانے کے لیے حج کا ارادہ فرمایا۔ مدینہ منورہ میں اعلان فرما دیا گیا کہ اس مرتبہ نبی اکرم ﷺ خود حج کی قیادت فرمائیں گے، اس لیے تمام عرب سے مسلمان اس میں شریک ہوں۔ اطراف عرب سے مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد اس شرف کو حاصل کرنے کی خاطر مدینہ منورہ پہنچی۔ آپ ﷺ نے ذوالحلیفہ کے مقام پر احرام باندھا تو لبیک لبیک کی آواز سے فضا گونج اٹھی اور فرزندانِ توحید کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر حج بیت اللہ کی غرض سے مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوا۔

آخری حج

حجۃ الوداع کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کا یہ آخری حج تھا۔ اس کو ''حجۃ الاسلام'' بھی کہا جاتا ہے کیونکہ ہجرت کے بعد آپ ﷺ نے یہی ایک حج کیا۔ اس کے علاوہ اس کو 'حجۃ البلاغ' کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا جس میں اسلام کی بنیادی تعلیمات کا احاطہ کیا گیا تھا اور عوام الناس تک دین کو پہنچانے کا کام مکمل ہوا تھا۔ اس خطبے کو خطبہ حجۃ الوداع بھی کہا جاتا ہے۔ اس موقع پر نبی اکرم ﷺ نے حج کے تمام مناسک سے مسلمانوں کو آگاہ کیا۔ حج کی عبادت میں سے تمام مشرکانہ رسوم ختم کر دی گئیں اور صدیوں کے بعد خالص ابراہیمی سنت کے مطابق فریضہ حج ادا کیا گیا۔ اس وقت آپ ﷺ کے ساتھ عملی طور پر لاکھ سے زیادہ فرزندانِ توحید نے حج کے مناسک ادا کیے۔ آپ ﷺ نے 9 ذی الحجہ کو ان کے سامنے ایک جامع خطبہ ارشاد فرمایا جو اسلامی تعلیمات کا نچوڑ ہے۔

حجۃ الوداع کے موقع پر قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (المائدہ:3)

ترجمہ: آج کے دن میں نے تمھارے لیے تمھارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمھارے لیے اسلام بطورِ دین پسند کر لیا۔

اس آیت مبارکہ کو آیتِ تکمیلِ دین بھی کہا جاتا ہے۔ اس حج کے دوران میں سر انجام دیے گئے چیدہ چیدہ اعمال کا خلاصہ یوں ہے:

- خطبہ دینے کے بعد آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے بلال رضی اللہ عنہ! اذان کہو۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہی تو آپ ﷺ نے ظہر اور عصر کی نمازیں ملا کر پڑھائیں۔ پھر آپ ﷺ نے نہایت گریہ وزاری اور انکساری سے دعا فرمائی۔ یہ دعا اتنی طویل تھی کہ سورج غروب ہونے تک جاری رہی۔
- غروب آفتاب کے بعد آپ ﷺ اونٹنی پر سوار ہوئے اور واپس مزدلفہ تشریف لائے۔ مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازیں ملا کر پڑھائیں۔ اگلے دن فجر کی نماز اوّل وقت میں ادا فرمائی اور مشعر الحرام کے پاس آکر دعا فرمائی حتیٰ کہ سورج نکلنے کے قریب ہو گیا۔
- نبی کریم ﷺ نے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو کنکریاں چن لینے کا حکم فرمایا اور انھوں نے یہ حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیں۔ آپ ﷺ نے نشیب میں جمرۃ العقبیٰ کو کنکر مارنے کے لیے قیام فرمایا اور تکبیر پڑھتے ایک ایک کر کے کنکریاں پھینکیں۔
- نبی کریم ﷺ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے، جو قریب حاضر تھے، فرمایا سیکھ لو شاید آئندہ سال میں حج نہ کر سکوں۔
- یہاں پر نبی کریم ﷺ نے پھر ایک مرتبہ خطبہ دیا جس میں قربانی کے فضائل، طریقہ اور احکام بیان فرمائے۔
- پھر آپ ﷺ پہاڑ کے دامن میں تشریف لائے اور قربانی فرمائی۔ قربانی کے بعد آپ ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ قربانی کی کھالیں مساکین میں تقسیم کر دو۔ پھر آپ ﷺ نے حجامت بنوائی۔ یہاں سے فارغ ہو کر آپ ﷺ واپس کعبۃ اللہ تشریف لائے اور طواف فرمایا۔ اس کے بعد آپ زم زم پہ تشریف لائے اور کھڑے ہو کر قبلہ کی طرف منھ کر کے اسے نوش فرمایا۔
- پھر اسی وقت آپ ﷺ منیٰ کو تشریف لے گئے رات کو منیٰ میں قیام فرمایا اور صبح اٹھ کر زوال سے پہلے جمرہ اولیٰ، جمرہ وسطیٰ، اور پھر جمرہ عقبیٰ کو کنکریاں ماریں۔ یہی عمل تین دن تک فرمایا۔ پھر آپ ﷺ مکہ واپس آئے اور بغیر رمل طوافِ وداع فرمایا۔ صبح کی نماز کعبۃ اللہ میں ادا فرما کر واپس مدینہ منورہ کا ارادہ فرمایا۔

خطبہ حجۃ الوداع

آپ ﷺ نے 9 ذی الحجہ کو عرفات کے میدان میں خطبہ ارشاد فرمایا جسے خطبہ حجۃ الوداع کہتے ہیں جو انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ خطبہ حجۃ الوداع ایک اہم تاریخی دستاویز اور 'حقوقِ انسانی کے چارٹر' کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس خطبے کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

- خطبہ حجۃ الوداع اسلام کے معاشرتی نظام کی بنیادیں مہیا کرتا ہے۔ معاشرتی مساوات، نسلی تفاخر کا خاتمہ، عورتوں کے حقوق، غلاموں کے ساتھ حسن سلوک، ایک دوسرے کے جان و مال اور عزت و احترام پر زور دیا گیا۔ یہی وہ بنیادیں ہیں جن پر اسلام کا معاشرتی نظام ترتیب پاتا ہے۔
- اس خطبے نے معاشی عدم توازن کا راستہ بند کرنے کے لیے سود کو حرام قرار دیا کیونکہ سود سرمایہ دار طبقہ کو محفوظ طریقہ سے دولت جمع کرنے کے مواقع فراہم کرتا ہے۔
- اس خطبے نے بہت سے اہم قانونی اصول متعین کیے ہیں۔ سیاسی طور پر یہ خطبہ اسلام کے منشور کی حیثیت رکھتا ہے۔ دنیا بھر کو اس خطبے کے ذریعے بتایا گیا کہ اسلامی حکومت کن اصولوں کی بنیاد پر تشکیل پائے گی اور ان اصولوں پر تعمیر ہونے والا نظام انسانیت کے لیے رحمت ثابت ہوگا۔ اسی بنا پر اسے انسانیت کا منشور اعظم قرار دیا گیا ہے۔

اپنے خطبے میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

> ترجمہ: "اے لوگو! بے شک تمھارا رب ایک ہے اور بے شک تمھارا باپ ایک ہے، ہاں عربی کو عجمی پر عجمی کو عربی پر، سرخ کو سیاہ پر اور سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے سبب سے" (مسند احمد: 23489)۔

- نبی کریم ﷺ نے کامل انسان اور مومن کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے لوگ سلامت رہیں اور مومن وہ ہے جس سے لوگوں کے اموال اور جانیں امن میں رہیں۔ مہاجر وہ ہے جو گناہوں اور خطاؤں کو چھوڑ دے اور مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے۔
- اس خطبے میں نبی کریم ﷺ نے مردوں، عورتوں اور غلاموں کے حقوق بیان فرمائے اور دنیا کو احترام انسانیت سکھایا۔ آپ ﷺ نے مسلمانوں کو سچ کی تلقین کی، اخوت اور اتحاد سے رہنے پر زور دیا۔

حاصلِ کلام

یہ ہمارے محبوب نبی حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کا آخری پیغام ہے اور اس میں ہم ہی مخاطب بنائے گئے ہیں۔ اس کی نوعیت پیغمبر اکرم ﷺ کی وصیت کی سی ہے۔ اس کے آخر میں حضور ﷺ نے درد بھرے انداز سے فرمایا کہ میں نے بات پہنچا دی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے اللہ! گواہ رہنا، میں نے پیغام پہنچا دیا۔ لہٰذا لازم ہے کہ اسے پڑھ کر ہماری روحیں بیدار ہو جائیں، ہمارے جذبے جاگ اٹھیں اور ہمارے دل دھڑکنے لگیں۔ اس پیغام کا اہم سبق یہ ہے کہ ہم اپنی روزمرہ زندگی حضور ﷺ کے فرمودات کے مطابق گزاریں۔

خطبہ غدیر خُم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی فضیلت

نبی کریم ﷺ نے "حجۃ الوداع" سے مدینہ منورہ واپسی کے موقع پر غدیر خُم (جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام ہے) پر خطبہ

ارشاد فرمایا جسے خطبہ غدیرِ خُم کہا جاتا ہے اور اس خطبہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسبت ارشاد فرمایا تھا: جس کا میں دوست ہوں علی بھی اس کا دوست ہے۔(سنن ترمذی:3713)

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان الفاظ میں مبارک باد پیش کی: اے ابو طالب کے فرزند آپ کو مبارک ہو، آپ ہر مومن اور مومنہ کے مولا ہو گئے۔

یہ واقعہ اہلِ بیت اطہار خاص طور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت و منقبت کو ثابت کرتا ہے۔ اس واقعے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے غیر معمولی مقام و مرتبہ اور آپ رضی اللہ عنہ سے مودت و الفت کے تعلق کا علم ہوتا ہے۔

آپ ﷺ کا خطبہ حجۃ الوداع مسلمانوں کے لیے معاشی اور معاشرتی تعلیمات کے حوالے سے اسوہ فکر و عمل ہے۔ آپ ﷺ نے مسلمانوں کے اس عظیم اجتماع میں مسلمانوں کو اتحاد و اتفاق اختیار کرنے، تقویٰ کے علاوہ رنگ و نسل کے دیگر امتیازات کو نظر انداز کرنے کی تلقین فرمائی۔ ان تعلیمات کو سیکھنے سمجھنے اور عملی زندگی میں ڈھالنے کی صورت میں ہم اپنے معاشرے کو احترام، مساوات، سب کے حقوق کی پاسداری اور معاشی و معاشرتی ہمواری کی بنا پر ایک اچھا معاشرہ بنا سکتے ہیں۔

مشق

سوال نمبر ۱۔ مناسب ترین جواب پر (✓) کا نشان لگائیں۔

۱۔ نبی اکرم ﷺ نے ۷ ذی الحجہ کو قیام فرمایا:۔

الف۔ منیٰ میں　　ب۔ مزدلفہ میں　　ج۔ مکہ میں　　د۔ ذوالحلیفہ میں

۲۔ آپ ﷺ نے اس موقع پر کس چیز کو ہمیشہ کے لیے حرام قرار دیا؟

الف)۔ جھوٹ　　ب۔ سود　　ج۔ ملاوٹ　　د۔ چوری

۳۔ خطبہ حجۃ الوداع میں آپ ﷺ نے کس کے حقوق کی پر زور تاکید کی۔

الف۔ عورتوں　　ب۔ جانوروں　　ج۔ پرندوں　　د۔ بوڑھوں

۴۔ قربانی سے فراغت کے بعد آپ ﷺ نے فوراً کیا عمل کیا؟

الف) طواف کیا　　ب۔ عمرہ کیا　　ج۔ کنکریاں ماریں　　د۔ حجامت بنوائی

۵۔ حجۃ الوداع کو کیا کہا جاتا ہے۔

الف۔ حجۃ الاحسان　　ب۔ حجۃ الایمان　　ج۔ حجۃ الاسلام　　د۔ حجۃ الیقین

سوال نمبر ۲۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جواب تحریر کریں۔

۱۔ حجۃ الوداع سے کیا مراد ہے؟

۲۔ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے فضیلت کا معیار کسے قرار دیا؟

۳۔ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے مسلمان کی کیا تعریف بیان فرمائی؟

۴۔ آپ ﷺ نے عرفات کے میدان میں کیا عمل فرمایا؟

۵۔ آپ ﷺ نے غدیرِ خُم کے مقام پر کیا عمل فرمایا اور اُس کی کیا اہمیت ہے؟

سوال نمبر ۳۔ درج ذیل سوالات کے تفصیلی جواب تحریر کریں۔

۱۔ حجۃ الوداع کا پس منظر بیان کریں نیز ہمیں اس سے کیا سبق ملتا ہے؟

۲۔ نبی کریم ﷺ کے حج کی ترتیب پر ایک مختصر فہرست مرتب کریں۔

۳۔ نبی کریم ﷺ کے خطبہ حجۃ الوداع میں موجود معاشی و معاشرتی تعلیمات کو ہم اپنی عملی زندگی میں کب، کہاں اور کیسے اپنا سکتے ہیں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- حجۃ الوداع کا تاریخ وار چارٹ بنا کر کلاس میں آویزاں کریں۔
- جماعت کے کمرے میں آخری خطبے کی معاشی و معاشرتی تعلیمات پر مذاکرہ کریں۔

برائے اساتذہ کرام

- طلبہ کو نقشے، گلوب یا گوگل میپ کی مدد سے حجۃ الوداع میں مذکورہ اہم مقامات کی نشان دہی کروائیں اور بیت اللہ سے ان کے فاصلوں سے آگاہ کریں۔

وصالِ نبوی ﷺ

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

علم

- وصالِ نبوی ﷺ کے واقعے کو جان سکیں۔
- نبی کریم ﷺ کی آخری وصیتوں خصوصاً نماز، خواتین اور زیرِ دست افراد سے حسن سلوک سے آگاہ ہو سکیں۔
- نبی کریم ﷺ کے روضہ مبارک پر حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کی فضیلت سے آگاہ ہو سکیں۔

صلاحیت

- نبی کریم ﷺ کی آخری وصیتوں سے آگاہ ہو کر اپنی عملی زندگی میں ان پر عمل پیرا ہو سکیں۔
- نبی کریم ﷺ کی محبت سے اپنے قلوب کو منور کر کے کثرت سے صلوٰۃ وسلام پڑھنے کے عادی بن سکیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو راہِ ہدایت دکھانے کے لیے مختلف قوموں، قبیلوں اور علاقوں میں وقتاً فوقتاً نبی اور رسول بھیجے۔ یہ سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا جس کی تکمیل کے لیے ہمارے نبی حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے زندگی کے آخری تئیس سال تبلیغِ دین کا فریضہ علانیہ سرانجام دیا اور اپنے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا کہ ''شاید اگلے سال میں تم لوگوں سے اس جگہ پر نہ مل سکوں۔'' ساتھ یہ بھی فرمایا کہ ''جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ دینِ حق کا پیغام ان لوگوں تک پہنچائیں جو یہاں موجود نہیں''۔ گویا یہ ایک اعلان تھا کہ آپ ﷺ نے اپنا فریضہ مکمل کر دیا ہے۔ قرآن مجید میں آپ ﷺ کی بعثت کے مقاصد کی تکمیل کا اعلان ان الفاظ میں ہوا:

> ترجمہ: ''میں نے تمھارے لیے تمھارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمھارے لیے اسلام بطورِ دین پسند کر لیا۔'' (المائدہ: ۳)

اور اس طرح سورۃ نصر کی آیات بھی نازل ہو گئیں جس میں آپ ﷺ کے وصال مبارک کی طرف بھی اشارہ تھا۔

حجۃ الوداع کے بعد حضور ﷺ نے جنت البقیع اور اُحد میں قبور کی زیارت میں اضافہ کر دیا تھا۔ ان تمام باتوں سے یہ اشارہ مل رہا تھا کہ آپ ﷺ نے اپنے مقصد کی تکمیل فرمالی ہے اور وصال کی گھڑی قریب ہے۔

اگلے سال گیارہ ہجری صفر کے مہینے میں آپ ﷺ کی طبیعت مبارکہ پر بخار کے آثار ظاہر ہونا شروع ہوئے جس سے آپ ﷺ کی طبیعت ناساز رہنے لگی اور آپ ﷺ کافی حد تک کمزور بھی ہو گئے۔ تاہم آپ ﷺ نمازوں کی امامت فرماتے رہے۔ جب کمزوری حد سے بڑھ گئی اور کھڑے رہنا دشوار ہو گیا تو آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نمازیں پڑھانے کا حکم فرمایا۔ چناں چہ آپ ﷺ کی زندگی میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ امامت کے فرائض ادا کرنے لگے تھے۔

حضور اکرم ﷺ کی آخری ایام کی نصیحتیں

حضور اکرم ﷺ زندگی کے آخری ایام میں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تربیت اور اصلاح کا فریضہ بخوبی سرانجام دیتے رہے۔ بیماری کے دوران میں جب بھی افاقہ ہوتا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نصیحتوں سے نوازتے۔ ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:

ترجمہ: ''تم سے پہلے کئی لوگوں نے پیغمبروں اور نیک لوگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا اور برباد ہو گئے تم ایسا ہر گز نہ کرنا''۔ (صحیح مسلم: 532)

اسی طرح آپ ﷺ نے نماز کی پابندی، خواتین کے ساتھ حسنِ سلوک اور زیردست افراد کا خیال رکھنے کی بھی تاکید فرمائی۔ گویا آپ ﷺ نے امت کو پیغام دیا کہ بندوں کے حقوق موت سے پہلے ادا کر دینے چاہییں یا معاف کرا لینے چاہییں کیونکہ ان کا حساب ہونا ہے۔ آپ ﷺ نے جو آخری خطبہ ارشاد فرمایا اس میں وصال کا واضح پیغام تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا ہے وہ دنیا کی نعمتیں قبول کر لے یا اللہ تعالیٰ کے پاس جو کچھ ہے وہ لے لے لیکن اس نے اللہ تعالیٰ کے ہاں کی نعمتوں کو قبول کر لیا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بات کی تہ تک پہنچ گئے اور بے اختیار رو پڑے اور فرمایا کہ ہم اپنے ماں باپ آپ پر قربان کر دیں!'' (صحیح بخاری: 3904)

وصال: صفر اور ربیع الاول کے ابتدائی دنوں میں آپ ﷺ کی طبیعت مبارکہ میں اتار چڑھاؤ جاری رہا۔ کبھی طبیعت زیادہ خراب ہوتی تو کبھی افاقہ ہو جاتا۔ آخری دنوں میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی اجازت سے آپ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں قیام پذیر رہے۔ بخار تیز ہوتا تو ٹھنڈے پانی سے چہرۂ مبارک دھوتے۔ بارہ ربیع الاول پیر کی صبح بیماری میں کچھ افاقہ ہوا۔ آپ ﷺ نے حجرے کے پردے کی اوٹ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھتے دیکھا اور خوشی کا اظہار فرماتے ہوئے تبسّم فرمایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی آپ ﷺ کو دیکھا اور مطمئن ہوئے کہ آپ ﷺ کی طبیعت بحال ہو گئی ہے لیکن کچھ ہی دیر بعد بخار میں شدت آ گئی۔ آپ ﷺ بار بار پانی میں ہاتھ بھگو کر چہرہ مبارک پر پھیرتے۔ اس حالت میں بھی آپ ﷺ نے تعلیم کا فریضہ انجام دیتے ہوئے نماز کی پابندی اور غلاموں سے اچھے سلوک کی تلقین فرمائی۔

آپ ﷺ کی وفات کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو سہارا دے رکھا تھا اور آپ ﷺ کے آخری الفاظ اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی (اے اللہ، اے عالی شان رفیق) تھے۔ وصالِ مبارک کے وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک تریسٹھ برس تھی۔ تمام مسلمانوں پر آپ ﷺ کی وصال کی خبر سے غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر غیر معمولی غم اور دکھ کا اظہار فرمایا۔ اہلِ بیت اطہار خاص طور پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کی وفات پر اپنے دکھ کا اظہار اشعار کی صورت میں فرمایا:

صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبُ لَوْ اَنَّھَا
صُبَّتْ عَلَی الْاَیَّامِ صِرْنَ لَیَالِیَا

ترجمہ: مجھ پر جو مصیبتیں پڑیں اگر وہ (روشن) دنوں پر پڑتیں تو وہ راتوں میں تبدیل ہو جاتے۔

آپ ﷺ کی قبر مبارک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں جہاں آپ ﷺ کا وصال ہوا، تیار کی گئی۔ غسل اور تکفین کے سارے امور آپ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سرانجام دیے۔ مسلمان مدینہ منورہ اور قرب و جوار سے جوق در جوق آئے

اور آپ ﷺ کی زیارت کی۔ یوں تمام مسلمانوں نے آپ ﷺ کا آخری دیدار کیا۔ آپ ﷺ کی تدفین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں کی گئی۔

حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کے وصال کے ساتھ ہی رسالت اور نبوت کا باب ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا جسے ہم ختم نبوت کے تصور سے جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کے لیے قیامت تک آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین (اسلام) نازل کردہ کتاب (قرآن مجید) اور قانون (شریعت) کو حتمی قرار دے دیا۔ قیامت تک آنے والے تمام انسان ہدایت کے حصول کے لیے دینِ اسلام کی پیروی کر کے دین و دنیا میں کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ آپ ﷺ نے زندگی کے ہر میدان میں سیرت و کردار کا جو معیار مقرر فرمادیا وہی کامیابی کا پیمانہ اور نجات کا ذریعہ ہے۔ ہمیں دل و جان سے آپ ﷺ کی سیرت اور خاص طور پر آپ ﷺ کی آخری وصیتوں پر عمل کرنا چاہیے جو قیامت تک کے تمام انسانوں کے تمام معاملات کے لیے بھرپور رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔

اسی طرح ہمیں آپ ﷺ کے احسانات کا تصور کرتے ہوئے محبت و الفت کے ساتھ آپ کی خدمتِ اقدس میں درود و سلام پیش کرتے رہنا چاہیے اور آپ ﷺ کی مسجد اور قبرِ مبارک پر حاضری کے دوران میں بھی درود و سلام کے نذرانے پیش کرنے کی سعادت حاصل کرنی چاہیے جو بہت مبارک عمل ہے اور قربِ الٰہی اور شفاعتِ نبوی کا ذریعہ ہے۔ ہم آپ ﷺ کی کامل اتباع اور آپ ﷺ کے مبارک اُسوہ پر عمل کر کے دنیا و آخرت کی سعادتیں اور برکتیں حاصل کر سکتے ہیں۔

مشق

سوال نمبر ا۔ مناسب ترین جواب پر (✓) کا نشان لگائیں۔

ا۔ آپ ﷺ کے وصالِ مبارک کا اشارہ دیا گیا ہے:

الف۔ سورۃ بقرہ میں　ب۔ سورۃ آل عمران میں　ج۔ سورۃ مائدہ میں　د۔ سورۃ نصر میں

۲۔ آپ ﷺ نے آخری حج ادا فرمایا:

الف۔ ۹ ہجری میں　ب۔ ۱۰ ہجری میں　ج۔ ۱۱ ہجری میں　د۔ ۱۲ ہجری میں

۳۔ آپ ﷺ کی بیماری کی ابتداء ہوئی:

الف۔ محرم الحرام میں　ب۔ صفر میں　ج۔ ربیع الاول میں　د۔ ربیع الثانی میں

۴۔ آپ ﷺ کی تکفین کا انتظام کیا:

الف۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے　ب۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے

ج۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے　د۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے

۵۔ بیماری کے آخری دنوں آپ ﷺ کس اُمّ المؤمنین کے ہاں تشریف فرما تھے؟

الف۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا　ب۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا　ج۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا　د۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

سوال نمبر ۲۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جواب تحریر کریں۔

۱۔ خطبہ حجۃ الوداع میں آپ ﷺ نے اگلے سال کے بارے میں کیا ارشاد فرمایا؟

۲۔ حضور ﷺ کے بعد اشاعتِ دین کی ذمہ داری اب کس پر ہے اور کیوں؟

۳۔ آخری سال آپ ﷺ کا جنتُ البقیع اور اُحد کی زیارت کرنا کس بات کی طرف اشارہ تھا؟

۴۔ بخار کی شدت کم کرنے کے لیے آپ ﷺ کیا کرتے تھے؟

۵۔ وصالِ نبوی ﷺ کے ساتھ نبوت و رسالت کا باب بند ہونے سے کیا مراد ہے؟

سوال نمبر ۳۔ درج ذیل سوالات کے تفصیلی جواب تحریر کریں۔

۱۔ حضور ﷺ کے اپنے آخری ایام کی نصیحتوں پر تفصیلی نوٹ لکھیں۔

۲۔ حضور ﷺ کے وصال کا واقعہ اپنے الفاظ میں بیان کریں۔

۳۔ حضور ﷺ کے وصال مبارک کے بعد امت کیا ذمہ داری ہے اور وہ ذمہ داری کب، کیسے اور کہاں ادا کی جا سکتی ہے؟

سرگرمیاں برائے طلبہ

- نبی کریم ﷺ کی وصیتوں کے متعلق مذاکرہ کریں۔
- نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ کے آخری ایام کی ہدایات (نماز، طہارت، خواتین کے حقوق، ماتحت افراد سے حسن سلوک وغیرہ) کی فہرست بنائیں اور موجودہ دور میں ان کی اہمیت کے متعلق کمرا جماعت میں اپنے خیالات کا اظہار کریں۔

برائے اساتذہ کرام

- طلبہ کو آپ ﷺ کے ختم نبوت کے منصب اور اس حوالے سے مسلمانوں کی ذمہ داری سے آگاہ کریں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم بہ طور سر چشمۂ ہدایت (صلہ رحمی)

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

علم

- اُسوہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے صلہ رحمی کی مثالیں جان سکیں۔
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی سیرت میں اہلِ بیت اطہار و صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو صلہ رحمی کی ترغیب و تلقین کے واقعات سے آگاہ ہو سکیں۔
- عمر اور رزق میں اضافہ و برکت کے حوالے سے صلہ رحمی کی اہمیت جان سکیں۔
- سیرتِ طیبہ سے صلہ رحمی کی مختلف صورتوں (مالی و بدنی) کے متعلق آگاہ ہو سکیں۔
- معاشرتی زندگی میں صلہ رحمی کے فوائد اور قطع رحمی کے نقصانات کا جائزہ لے سکیں۔

صلاحیت

- صلہ رحمی جیسی صفت کو اپنا کر قرابت داری کے حقوق ادا کر سکیں۔
- اُسوہ حسنہ کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی صلہ رحمی کو سمجھ کر اپنی عملی زندگی میں شامل کر سکیں۔
- صلہ رحمی جیسی صفت کو روز مرّہ زندگی میں اپنا کر خاندانی زندگی کے استحکام کا باعث بن سکیں۔

صلہ رحمی کا معنی ہے رشتہ داریوں اور تعلقات کی رعایت کرنا اور انھیں جوڑے رکھنا اور حتی الامکان ٹوٹنے سے بچانا۔

قرآن و سنّت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی سیرتِ طیّبہ سے ہمیں صلہ رحمی کی اہمیت و فضیلت اور اس کے دنیوی و اُخروی فوائد و ثمرات کا پتا چلتا ہے۔ اسی طرح قطع رحمی کے دنیوی و اُخروی نقصانات کا بھی پتا چلتا ہے۔ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر صلہ رحمی کی ترغیب دی گئی ہے۔ اسی طرح قرآن کریم نے قطع رحمی کرنے کو اللہ کی لعنت کا سبب قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ﴿۲۲﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ﴿۲۳﴾ (محمد:22-23)

ترجمہ: پھر تم سے کیا توقّع رکھی جائے اگر تم حاکم بن جاؤ یہی کہ تم زمین میں فساد مچاؤ گے اور اپنی قرابت داریاں کاٹنے لگو گے۔ یہ وہ لوگ ہیں اللہ نے اُن پر لعنت کر دی چناں چہ اُنھیں بہرا کر دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا۔

احادیثِ مبارکہ میں بھی صلہ رحمی کی بہت تاکید آئی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو صلہ رحمی کرنے کی ترغیب دی ہے۔ ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم میرے بعض رشتے دار ہیں میں اُن سے صلہ رحمی کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ قطع رحمی کرتے ہیں اور میں ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہوں مگر وہ میرے ساتھ بُرا سلوک کرتے ہیں اور میں ان کے ساتھ بردباری کا معاملہ کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ جہالت کا معاملہ کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا اگر ایسا ہی ہے جیسا تم نے کہا تو گویا کہ تم ان پر راکھ ڈال رہے ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے مقابلے میں تمھارے ساتھ ہمیشہ ایک مددگار (فرشتہ) رہے گا جب تک تم اس پر قائم رہو گے۔ (صحیح مسلم:6525)۔

ایک حدیث میں نبوی ﷺ میں ہے: ''لوگوں کے ساتھ برابر کا معاملہ رکھنے والا صلہ رحمی نہیں کرتا بلکہ اصل صلہ رحمی تو وہ کرتا ہے کہ جس سے قطع رحمی کی جائے تو وہ پھر بھی صلہ رحمی کرے'' (صحیح بخاری:5645)۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میری والدہ مشرکہ تھیں۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں میرے پاس تشریف لائیں، میں نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا کہ وہ (مجھ سے ملاقات کی) خواہش مند ہیں۔ کیا میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کر سکتی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اپنی والدہ کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔ (صحیح بخاری:2620)

آپ ﷺ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا۔ ترجمہ: ''جو شخص یہ چاہے کہ اس کے رزق میں وسعت اور فراوانی ہو اور اس کی عمر دراز ہو تو اُسے چاہیے کہ صلہ رحمی کرے۔'' (صحیح بخاری:1961)

اس حدیث میں آپ ﷺ نے صلہ رحمی کے فوائد بیان فرماتے ہوئے اسے رزق کی فراوانی اور عمر کی درازی کا سبب قرار دیا ہے جس کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایسے شخص کے مال میں برکت ہو جاتی ہے اور تھوڑا کمایا ہوا بھی کافی ہو جاتا ہے اور عمر میں برکت ہو جاتی ہے یعنی کم عمری میں ہی وہ اتنا کام کر لیتا ہے جتنا بڑی عمر کے لوگ نہیں کر پاتے۔ آپ ﷺ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو رشتہ داریوں کا خیال رکھنے اور صلہ رحمی کی ترغیب دیتے ہوئے یہ بھی فرماتے تھے کہ ان لوگوں کے ساتھ بھی صلہ رحمی کی جائے جو قطع رحمی کریں (صحیح بخاری:2068) یعنی صلہ رحمی کا یہ معنی نہیں ہے کہ رشتہ داروں کے ساتھ ویسا ہی سلوک کیا جائے جیسا وہ کرتے ہیں بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ ان کے ساتھ اس وقت بھی صلہ رحمی کی جائے جب وہ صلہ رحمی نہ کر رہے ہوں بلکہ قطع تعلقی اختیار کر رہے ہوں۔ صلہ رحمی کے مفہوم میں مالی و بدنی دونوں شامل ہیں۔ لہٰذا اپنے اچھے رویے اور حسن سلوک کے ساتھ ساتھ مالی طور پر بھی صلہ رحمی کرنی چاہیے جس میں بقدر استطاعت مالی مدد اور مختلف مواقع پر ہدیہ دینا بھی شامل ہے۔

صلہ رحمی کے فوائد و ثمرات دنیا کی حد تک نہیں ہیں بلکہ اس کے اثرات قیامت کے دن بھی مرتب ہوں گے اور صلہ رحمی کرنے والوں کو اس کے فوائد اور قطع رحمی کرنے والوں کو اس کے نقصانات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

> ترجمہ: ''قیامت کے دن رحم یعنی رشتہ داری اللہ کے عرش کے ساتھ لٹک کر اللہ سے یہ درخواست کرے گی کہ اے اللہ جس نے مجھے جوڑا تو اسے جوڑ دے اور جس نے مجھے توڑا تو اسے توڑ دے۔ (صحیح مسلم:6519)

جیسے صلہ رحمی کے فوائد و ثمرات دنیا میں مرتب ہوتے ہیں ویسے ہی قطع رحمی کے نقصانات بھی بعض اوقات دنیا میں سامنے آتے ہیں۔ آپ ﷺ نے اس بات کو سمجھانے کے لیے فرمایا کہ "دو گناہ ایسے بڑے ہیں کہ ان کی سزا صرف آخرت میں نہ ہو گی بلکہ دنیا میں بھی ان گناہوں کے وبال کا سامنا کرنا پڑے گا ایک ظلم اور دوسرا قطع رحمی" (سنن ترمذی:2511)

آپ ﷺ کی سیرت طیبہ صلہ رحمی کی اعلیٰ مثال تھی۔ آپ نے ہمیشہ اپنے خاندان اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ فرمایا۔ ہمیشہ ان کی خبر گیری کی، ان کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ فرمایا اور اگر ان میں سے کسی کی طرف سے تکلیف اور اذیت کا بھی مظاہرہ کیا گیا تو آپ نے رشتہ داری کی رعایت کرتے ہوئے ان کے اس رویے کو خندہ پیشانی سے برداشت فرمایا۔ آپ ﷺ نے اپنے چچا حضرت ابو طالب، حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور دیگر رشتہ داروں کے ساتھ بھرپور صلہ رحمی کا معاملہ فرمایا۔ آپ اپنے حقیقی رشتہ داروں کے ساتھ ہی صلہ رحمی نہیں فرماتے تھے بلکہ اپنے

رضاعی والدین اور بہن بھائیوں کا بھی بھرپور خیال رکھتے تھے۔ ان کی خبر گیری فرماتے تھے اور ان کی ضرورتوں کو بھی پورا فرماتے تھے۔ آپ ﷺ اپنے تمام رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی فرماتے تھے جن میں آپ ﷺ کے سسرالی رشتے دار بھی شامل تھے۔ آپ ﷺ نے اہلِ بیت اطہار و صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی صلہ رحمی کی ترغیب و تلقین فرمائی اور انھوں نے عمر بھر اس کا عملی مظاہرہ کیا۔

ہمیں رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ سے صلہ رحمی کے اسوہ کو سیکھنے، اپنانے اور اپنی عملی زندگی میں اس کا مظاہرہ کرنے اور اپنے تمام دور و نزدیک کے رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آنے کی ضرورت ہے۔ ہمیں اسوۂ نبوی ﷺ سے یہ بات بھی سمجھنے کی ضرورت ہے کہ صلہ رحمی کا معنی یہ نہیں ہے کہ صرف ان رشتہ داروں سے سلام دعا رکھی جائے اور ملا جائے جو ہم سے ملتے ہوں بلکہ ان رشتہ داروں سے بھی تعلق رکھا جائے جو ہم سے نہیں ملتے یا قطع تعلقی اختیار کرتے ہیں اور یہ ہی صلہ رحمی کا اصل مفہوم ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے صلہ رحمی کے اسوہ کو اپنا کر ہم اپنے خاندانی تعلق میں محبت والفت کے جذبات کو پروان چڑھا سکتے ہیں جس کے نتیجے میں خاندانی تعلقات میں استحکام پیدا ہوگا اور معاشرے میں اس کے مثبت اثرات مرتب ہوں گے۔

مشق

سوال نمبر ۱۔ مناسب ترین جواب پر (✓) کا نشان لگائیں۔

۱۔ قرآن کریم میں صلہ رحمی نہ کرنے کو ذریعہ قرار دیا گیا ہے:

الف۔ اللہ کی ناراضی کا ب۔ غصے کا ج۔ لعنت کا د۔ عذاب کا

۲۔ صلہ رحمی قیامت کے دن لٹکی ہوگی:

الف۔ کرسی سے ب۔ آسمان سے ج۔ عرش سے د۔ سورج سے

۳۔ صلہ رحمی سے اضافہ ہوتا ہے۔

الف۔ حافظے میں ب۔ رزق میں ج۔ حسن میں د۔ ذہانت میں

۴۔ صلہ رحمی نام ہے:

الف۔ بھائی چارے کا ب۔ مساوات کا ج۔ عدل وانصاف کا د۔ رشتہ داری جوڑنے کا

۵۔ عمر میں اضافے کا ذریعہ ہے:

الف۔ تہجد ب۔ حج ج۔ صلہ رحمی د۔ روزہ

سوال نمبر ۲۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جواب تحریر کریں۔

۱۔ صلہ رحمی کا معنی کیا ہے؟

۲۔ صلہ رحمی کے بارے میں ایک آیت مبارک کا ترجمہ لکھیں۔

۳۔ صلہ رحمی کے بارے میں ایک حدیث مبارکہ کا ترجمہ لکھیں۔

۴۔ صلہ رحمی کے بارے میں سیرت صحابہ رضی اللہ عنہم سے ایک واقعہ بیان کریں۔

۵۔ قطع رحمی کے بارے میں ایک وعید لکھیں۔

سوال نمبر ۳۔ درج ذیل سوالات کے تفصیلی جواب تحریر کریں۔

۱۔ قرآن وسنّت کی روشنی میں صلہ رحمی کی اہمیت بیان کریں۔

۲۔ صلہ رحمی کے دنیوی واُخروی اثرات کا جائزہ پیش کریں۔

۳۔ ہم قرآن وسنّت اور سیرت طیبہ میں صلہ رحمی کے اسوۂ نبوی کو اپنی عملی زندگی میں کب اور کہاں عمل میں لا سکتے ہیں؟

سرگرمیاں برائے طلبہ

- طلبہ ان رشتہ داروں کی فہرست مرتب کریں جن کے ساتھ صلہ رحمی کرنی چاہیے
- طلبہ صلہ رحمی کے مختلف مواقع پر آپس میں مذاکرہ کریں۔

برائے اساتذہ کرام

- طلبہ کو شادی بیاہ، غمی خوشی کے مختلف مواقع پر صلہ رحمی کرنے کی عملی صورتوں اور تدبیروں سے آگاہ کیا جائے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم بہ طور سر چشمۂ ہدایت
(خواتین کے ساتھ حُسنِ سلوک)

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

علم	صلاحیت
• اُسوہ نبوی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم میں خواتین کے احترام کی مثالیں جان سکیں۔	• سیرت طیّبہ کی روشنی میں خواتین کے ساتھ حسن سلوک کو اپنا کر ان کے حقوق ادا کرنے والے بن سکیں۔
• رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کی رشتہ دار خواتین اور صحابیات کے ساتھ حسنِ سلوک کے واقعات سے آگاہ ہو سکیں۔	• اُسوہ حسنہ کی روشنی میں خواتین کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کے حسن سلوک کی پیروی کر سکیں۔
• سیرت طیّبہ کی روشنی میں معاشرتی زندگی میں خواتین کے احترام اور حسنِ سلوک کی اہمیت کا جائزہ لے سکیں۔	• خواتین کے ساتھ احترام کرنے والے بن کر روحانی تزکیہ اور معاشرتی اصلاح کا باعث بن سکیں۔

حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کی زندگی گھر کے افراد اور خواتین کے ساتھ حسنِ سلوک اور اچھے تعامل کی آئینہ دار ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم اپنی شبانہ روز کی مصروفیات کے باوجود تمام لوگوں کے حقوق کی ادائی کا اہتمام فرماتے تھے چاہے وہ بچے ہوں، بڑے ہوں، مرد ہوں، عورتیں ہوں، رشتہ دار ہوں یا عام لوگ۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم جیسے مردوں کے ساتھ شفقت وانسیت کا مظاہرہ فرماتے تھے ویسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کی نبوی شفقت خواتین کے لیے بھی رہتی۔

آپ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نہ صرف ان کی تربیت فرماتے تھے بلکہ ان کے ساتھ حسنِ سلوک سے بھی پیش آتے، چاہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کی رضاعی والدہ ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کی ازواج مطہرات ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کی بیٹیاں ہوں، عام مسلمان خواتین یا غیر مسلم خواتین ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم ان سب کے ساتھ حسنِ سلوک اور محبت والفت سے پیش آتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے اپنے رضاعی ماؤں حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حسنِ سلوک کا ہمیشہ اہتمام فرمایا اور ان کا اعزاز واکرام کیا۔ ایک موقع پر جب حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا ملاقات کے لیے تشریف لائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنی چادر مبارک اتار کر اپنی رضاعی والدہ کو اس پر بٹھایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا سے احترام سے پیش آتے اور ان کی مالی معاونت بھی فرماتے یہاں تک کہ ہجرت کے بعد مکہ جانے والوں کے ذریعے ان کی خدمت میں تحفے اور کپڑے بھیجا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کا ازواج مطہرات کے ساتھ حسنِ سلوک اور ان کے ساتھ محبت اور رحمت کا معاملہ مثالی تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے کبھی بھی اپنے ہاتھ سے کسی عورت اور خادم کو نہیں پیٹا"۔ (سنن ابو داؤد: 4786)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کے اخلاق کی گواہی یوں دی:

آپ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کا اخلاق قرآن ہے۔ (صحیح مسلم: 1847)

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

ترجمہ: "تم میں سے بہترین آدمی وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے اچھا ہے اور میں اپنے گھر والوں کے لیے تم سب سے بہتر ہوں۔" (سنن ترمذی: 3895)

حضرت خدیجہ ؓ کی وفات کے بعد بھی سرکارِ دو عالم ﷺ ان کا ہمیشہ بہترین الفاظ میں تذکرہ کرتے اور ان کی سہیلیوں کو تحائف بھجواتے رہتے۔ حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ: مجھے رسول اللہ ﷺ کی بیویوں میں سے کسی پر اتنا رشک نہیں آتا تھا جتنا حضرت خدیجۃ الکبریٰ ؓ پر آتا تھا، حالانکہ آپ ﷺ سے میری شادی سے قبل ہی وہ انتقال فرما چکی تھیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ میں اکثر آپ ﷺ کا ان کو ذکرِ خیر کرتے سنتی تھی۔ ان کا اس کثرت سے تذکرہ آپ ﷺ کے ان کے ساتھ تعلق اور اُن کی وفا کے اعتراف کا آئینہ دار تھا۔

آپ ﷺ حضرت عائشہ ؓ کی سہیلیوں کے ساتھ بھی شفقت کا مظاہرہ فرماتے تھے اور جب وہ حضرت عائشہ ؓ کے ساتھ وقت گزارنے کے لیے آتی تھیں تو آپ ﷺ اُن کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے اور اس معاملے میں کبھی روک ٹوک نہ فرماتے تھے۔

ایک سفر میں سیدہ عائشہ ؓ نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھیں، پیدل دوڑ میں آپ ﷺ کے ساتھ ان کا مقابلہ ہوا تو وہ حضور ﷺ سے آگے نکل گئیں، اس کے کچھ عرصہ بعد جب ان کا آپ ﷺ کے ساتھ دوڑ میں دوبارہ مقابلہ ہوا تو آپ ﷺ جیت گئے، اس وقت آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تمھاری اس جیت کا جواب ہو گیا۔ (سنن ابوداؤد: 2578)

آپ ﷺ کی ان سے محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ ﷺ ایک ہی برتن میں ان کے ساتھ کھانا کھاتے اور پانی پیتے، حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ

ترجمہ: ''میں پانی پیتی اور آپ ﷺ مجھ سے برتن لے لیتے اور اسی جگہ منھ لگا کر پیتے جہاں سے میں نے پیا ہوتا''۔ (صحیح مسلم: 300)

آپ ﷺ کا تمام ازواجِ مطہرات کے ساتھ تعلق بہت پیار، محبت، الفت اور احترام پر مبنی تھا۔ جب آپ ﷺ مدینہ طیبہ میں ہوتے تو روزانہ عصر کے بعد تمام ازواجِ مطہرات کے پاس تشریف لے جاتے، گھر کے کاموں میں اُن کی معاونت فرماتے ہوئے آٹا گوندھ دیتے، گھر کے کام کرنے میں عار نہ محسوس کرتے اور ہر ایک کی ضرورت معلوم کرکے اس کی تکمیل فرماتے۔ جب سفر پر روانہ ہوتے تو ازواجِ مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی فرماتے، جس کا نام نکل آتا اسے سفر میں ساتھ لے جاتے۔

آپ کو اپنی تمام بیٹیوں سے بہت محبت تھی۔ حضرت فاطمہ الزہراء ؓ آپ ﷺ کی سب سے چھوٹی اور لاڈلی بیٹی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''فاطمہ (ؓ) میرے جسم کا ٹکڑا ہے، جس نے اسے اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی''۔ (صحیح بخاری: 3714) حضرت سیدہ فاطمہ ؓ جب حضور نبی کریم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتیں تو آپ ازراہِ احترام اور محبت کھڑے ہو جاتے اور شفقت سے ان کی پیشانی کا بوسہ لیتے اور اپنی نشست پر بٹھاتے۔

اسی طرح آپ ﷺ اپنی بیٹیوں اور نواسے، نواسیوں سے بھی محبت کا بھرپور اظہار فرماتے تھے۔ ایک دفعہ آپ ﷺ لوگوں کی امامت کر رہے تھے اور آپ کی نواسی اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی اُمامہ بنت ابی العاص رضی اللہ عنہا آپ کے کندھے پر تھیں، جب آپ رکوع کرتے تو انہیں کندھے سے اتار دیتے اور جب سجدے سے سر اٹھاتے تو پھر انھیں اٹھا لیتے تھے۔ (صحیح مسلم: 543)

مسلمان عورتیں جب آپ ﷺ کے پاس کوئی مسئلہ بیان کرنے آتیں، آپ ﷺ سے ملنا چاہتیں یا آپ سے کچھ سیکھنا چاہتیں تو آپ ﷺ ان کے لیے مستقل وقت نکالتے تھے، ان کو الگ سے جا کے وعظ و نصیحت کرتے تھے، اگر ان کا کوئی سوال ہوتا تھا تو اس کو پورا کرتے تھے اور ان کی ضرورتوں کی تکمیل فرماتے تھے۔ آپ ﷺ غیر مسلم خواتین کے ساتھ بھی حسنِ سلوک کا معاملہ فرماتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کا خواتین کے ساتھ حسنِ سلوک اور ان کے احترام کا عملی مظاہرہ عمر بھر جاری رہا اور آپ ﷺ نے وفات سے پہلے امت کو جن چند چیزوں کی تاکید فرمائی اس میں خواتین کے ساتھ حسنِ سلوک بھی تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”سنو! تم عورتوں کے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت قبول کرو۔“ (صحیح بخاری: 5186) آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی تلقین کرتے تھے۔ آپ ﷺ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے اپنی بیویوں اور دیگر خواتین کے ساتھ ناروا اور نامناسب رویے کا علم ہوتا تو آپ ﷺ بڑی حکمت کے ساتھ اس رویے کی اصلاح فرماتے، ایسے ہی ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: "اپنی بیویوں کو مارنے والے اچھے لوگ نہیں ہیں"۔

(صحیح ابن حبان: ۱۴۸۹)

ہمیں حضور ﷺ کے خواتین کے ساتھ حسن سلوک سے یہ سبق ملتا ہے کہ ہم اپنے سے تعلق رکھنے والی ہر عورت مثلاً والدہ، بہن، بیٹی، بیوی اور دیگر رشتہ دار خواتین کے ساتھ حُسنِ سلوک سے پیش آئیں اور دیگر خواتین یعنی مسلم اور غیر مسلم عورتوں کا بھی احترام اور ان کی توقیر کریں۔ اس طرح اگر ہم رسول اللہ ﷺ کے اسوہ کو سمجھ کر اس پر عمل کریں گے تو اس کے نتیجے میں معاشرے کے اندر ادب و احترام کے جذبات کو فروغ حاصل ہوگا اور خواتین کی بے توقیری، بے قدری اور بے اکرامی کے منفی پہلوؤں سے معاشرہ محفوظ رہ سکے گا۔

مشق

سوال نمبر ۱۔ مناسب ترین جواب پر (✓) کا نشان لگائیں۔

۱۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ روزانہ کون سی نماز کے بعد تمام ازواجِ مطہرات کے پاس تشریف لے جاتے؟

الف۔ ظہر | ب۔ عصر | ج۔ مغرب | د۔ عشاء

۲۔ حضرت امامہ رضی اللہ عنہا کس کی بیٹی ہیں؟

الف۔ حضرت اُمِّ کلثوم رضی اللہ عنہا | ب۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا | ج۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا | د۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا

۳۔ حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا کا آپ ﷺ سے کیا رشتہ تھا؟

الف۔ رضاعی بہن کا | ب۔ سگی ماں کا | ج۔ رضاعی ماں کا | د۔ سگی بہن کا

۴۔ تم میں سے بہترین آدمی وہ ہے جو کے لیے اچھا ہے۔

الف۔ اپنی اولاد ب۔ اپنی قوم ج۔ اپنے گھر والوں د۔ اپنے دوستوں

۵۔ آپ ﷺ کے اخلاق کو قرآن کی مانند کس نے قرار دیا؟

الف۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ب۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ج۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا د۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا

سوال نمبر ۲۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جواب تحریر کریں۔

۱۔ آپ ﷺ اپنی رضاعی ماؤں کے ساتھ کیسے پیش آتے تھے؟

۲۔ آپ ﷺ کے بیٹے اور بیٹیوں کے نام کیا ہیں؟

۳۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ ﷺ کی بیویوں میں کس پر بہت رشک آتا تھا اور کیوں؟

۴۔ آپ ﷺ عورتوں میں سے کس کس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے؟

۵۔ آپ ﷺ نے خواتین پر دست درازی کرنے والوں کے بارے میں کیا فرمایا؟

سوال نمبر ۳۔ درج ذیل سوالات کے تفصیلی جواب تحریر کریں۔

۱۔ آپ ﷺ کے ازواج مطہرات کے ساتھ حسن سلوک پر نوٹ لکھیں۔

۲۔ آپ ﷺ کے خواتین کے ساتھ حسن سلوک کا جائزہ پیش کریں۔

۳۔ ہم آپ ﷺ کے خواتین کے ساتھ حسن سلوک کے عملی اسوہ کو اپنی زندگیوں میں کیسے ڈھال سکتے ہیں؟

سرگرمیاں برائے طلبہ

- خواتین کے احترام، حقوق اور ان کے ساتھ حسن سلوک پر مذاکرہ کریں۔
- سیرت طیبہ کی روشنی میں اسلام میں خواتین کو دیے جانے والے احترام اور حقوق کی فہرست بنائیں۔

برائے اساتذہ کرام

- طلبہ کو خواتین کے احترام اور ان کے ساتھ حسن سلوک کے مواقع سے آگاہ کریں۔

نبی کریم ﷺ بہ طور سرچشمۂ ہدایت
(اندازِ تربیت)

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

نبی کریم ﷺ کے انداز تربیت سے آگاہ ہو کر اسے اپنی عملی زندگی میں اپنا سکیں۔

صلاحیت	علم
• تربیت کے مختلف طریقوں کو سمجھ کر انھیں اپنا سکیں۔ • اُسوہ حسنہ کی روشنی میں رسول اللہ ﷺ کے انداز تربیت کو سمجھ کر اسے اپنی عملی زندگی میں شامل کر سکیں۔ • نبی ﷺ کے انداز تربیت کو روز مرّہ زندگی میں اپنا کر معاشرتی اصلاح و تربیت کا باعث بن سکیں۔	• نبی ﷺ کی حیاتِ طیّبہ سے اندازِ تربیت کی مثالیں جان سکیں۔ • رسول ﷺ کی سیرت طیبہ میں اہل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تربیت کے واقعات سے آگاہ ہو سکیں۔

نبی کریم ﷺ کے اندازِ تربیت میں شفقت اور رحمت کا عنصر غالب رہتا تھا۔ اگر آپ ﷺ کسی کو کوئی نامناسب حرکت کرتے بھی دیکھتے تھے تو فوراً نصیحت کرنے کے بجائے اُس کی راحت اور سہولت کا خیال فرماتے ہوئے نصیحت فرماتے تھے۔ اس نصیحت فرمانے کے عمل میں شفقت و رحمت کی رعایت فرماتے ہوئے بے جا سختی، طعن و تشنیع اور عزتِ نفس کو مجروح کرنے کے رویے سے کلی طور پر احتراز فرماتے تھے۔ آپ ﷺ کو معلم انسانیت بنا کر مبعوث کیا گیا تھا۔ آپ ﷺ تربیت فرماتے ہوئے فطری تقاضوں، انسانی نفسیات اور جذبات کی رعایت فرمایا کرتے تھے۔

نبی کریم ﷺ نے اپنی تعلیم و تربیت کی صفت کے بارے میں فرمایا:

ترجمہ: مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: 229)

لوگوں کی ذہنی سطح اور مزاج کی رعایت

آپ ﷺ کی تعلیم و تربیت میں حکمت و فراست، لوگوں کی ذہنی سطح اور معیار کا خیال اور مزاج و مذاق کی رعایت کے بھرپور نمونے ملتے ہیں۔

آپ ﷺ ہمیشہ اس بات کا خیال رکھتے تھے کہ مناسب وقت پر مناسب طریقے سے اس انداز میں تربیت کی جائے کہ اسے صدق دل سے قبول کر لیا جائے اور سامنے والا شخص سبکی محسوس نہ کرے۔ آپ ﷺ اہل بیت اطہار و صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تربیت میں مذکورہ پہلوؤں کا بھرپور خیال فرماتے تھے۔

نبی کریم ﷺ مخاطب کے فہم و عقل کے مطابق جواب دیا کرتے تھے۔ ایک بار ایک دیہاتی صحابی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے کہ ان کے بچے کی رنگت ان پر نہیں گئی، اور وہ اسے اپنا بچہ ماننے سے انکار کر رہے تھے تو آپ ﷺ نے ان سے

پوچھا: تمھارے پاس کچھ اونٹ ہیں؟ عرض کیا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے ان کی رنگت پوچھی، پھر استفسار کیا کہ کیا کوئی مختلف رنگت کا بھی ہے؟ عرض کیا: جی ہاں! تو فرمایا: بتاؤ یہ کیسے ہو گیا کہ سرخ اونٹوں میں سیاہی آگئی؟ انھوں نے اپنے تجربے سے بتایا: ممکن ہے اس کے نسب میں کوئی اونٹ سیاہ رنگ کا ہو! چناں چہ اس بہترین سوال و جواب پر مشتمل مکالمے سے آپ ﷺ نے ان کے شُبہے کو دور فرمادیا۔

نرمی اور شفقت

آپ ﷺ کے تربیت کے اسلوب میں نرمی اور شفقت کا عنصر غالب رہتا تھا۔ آپ ﷺ بتدریج تبلیغ اور تربیت فرمایا کرتے تھے اور جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب انھیں یمن کی طرف بھیجا، تو انہیں اسی کی نصیحت فرمائی:

ترجمہ: معاذ! تم اہل کتاب کے پاس جا رہے ہو، تم پہلے انھیں توحید کی دعوت دینا، جب وہ کلمہ پڑھ لیں تو بتانا کہ دن اور رات میں اللہ نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ جب وہ یہ بھی مان لیں تو پھر انھیں بتانا کہ اللہ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے لے کر فقراء میں تقسیم کی جاتی ہے۔ (مسند احمد: 2071)

وفود کو دین کی تعلیم دیتے ہوئے بھی نبی کریم ﷺ نرمی، شفقت اور بتدریج تربیت کا خاص اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کی نرمی اور شفقت کی اسی خصوصیت کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ذکر فرما کر کامیابی کا سبب قرار دیا ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ (آل عمران: 159)

ترجمہ: تو (اے نبی ﷺ) یہ اللہ کی طرف سے رحمت ہے کہ آپ ان کے حق میں بڑے نرم ہیں اور اگر آپ سخت مزاج اور سخت دل ہوتے تو یقیناً وہ آپ کے پاس سے منتشر ہو جاتے۔

اگر کسی سے کوئی غلطی یا کوتاہی ہو جاتی تو آپ ﷺ بہت اپنائیت اور شفقت سے سمجھایا کرتے تھے اور اس غلطی کی طرف متوجہ فرمایا کرتے تھے تاکہ اصلاح بھی ہو جائے اور غلطی کرنے والے کے جذبات بھی مجروح نہ ہوں۔ چناں چہ جب دورانِ نماز ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو چھینک آئی تو دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے رحمت کی دعا کی، وہ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھنے کے بعد نہ مجھے ڈانٹا، نہ برا بھلا کہا، بس محبت سے اتنا فرمایا: دیکھو اس نماز میں عام بات کرنا مناسب معلوم نہیں ہے، یہ تو اللہ کی تسبیح و تحمید اور قرآن کی تلاوت کا وقت ہے۔ (سنن ابو داؤد: 930)

آپ ﷺ کا یہی محبت والفت اور شفقت سے بات سمجھانے کا اسوہ لوگوں کو آپ کا گرویدہ بنا دیتا تھا اور وہ آپ کے حکم پر جاں دینے کے لیے تیار ہو جاتے تھے۔ آپ ﷺ بعض اوقات فوراً تنبیہ کے بجائے اصلاح کے لیے مناسب موقع محل کا انتظار فرماتے اور کبھی مجمعِ عام میں بغیر مخاطب کیے یوں فرمایا کرتے تھے:

مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَقُولُونَ كَذَا وَكَذَا (سنن ابو داؤد: 4788)

ترجمہ: لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایسا ایسا کہہ رہے ہیں!

تربیتِ نبوی کے اس منہج کا فائدہ یہ ہوتا کہ سب کے سامنے اصلاح بھی ہو جاتی اور کسی کے جذبات بھی مجروح نہ ہوتے۔

آپ ﷺ گفتگو میں مخاطب کے لب و لہجے، زبان اور محاورات کا بھی اہتمام فرمایا کرتے تھے، اہلِ یمن کا لہجہ اہلِ حجاز سے قدرے مختلف تھا۔ چناں چہ آپ ﷺ بعض مرتبہ اہلِ یمن سے مخاطب ہوتے ہوئے ان ہی کے مخصوص لہجے میں گفتگو فرماتے۔ آپ ﷺ وعظ و نصیحت بھی اسی قدر فرمایا کرتے تھے کہ دل اکتاہٹ کا شکار نہ ہو جائیں۔ نبی کریم ﷺ کا اعجاز تھا کہ آپ بڑی بڑی باتوں کو مختصر جملوں میں بیان کر دیتے تھے۔ آپ ﷺ کی عادت مبارکہ یہ بھی تھی کہ اہم بات کو دو تین مرتبہ دہرایا کرتے تھے تاکہ سب کو سمجھ آجائے۔

اہلِ بیت کی تربیت

آپ ﷺ اہلِ بیت کی تربیت کا خاص اہتمام فرماتے تھے۔ اس حوالے سے آپ ﷺ اپنی بیٹیوں، نواسوں، نواسیوں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شفقت و محبت سے تربیت فرماتے رہتے تھے۔ حضرت فاطمہ ؓ اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کو آپ ﷺ کی اس تربیت سے مستفید ہونے کے غیر معمولی مواقع ملتے رہے۔ آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ ؓ اور حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کی تربیت فرمانے میں غیر معمولی اہتمام فرمایا جس کے نتیجے میں یہ خانوادہ امت مسلمہ کے لیے اسوہ نبوی کا عملی نمونہ بن گیا۔ اسی تربیت کے پیشِ نظر ایک موقعے پر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے گھر کے کام کاج اور پانی بھر کر لانے کے لیے حضرت فاطمہ ؓ کو آپ ﷺ کی خدمت میں غلام طلب کرنے کی درخواست کرنے بھیجا تو آپ ﷺ نے غلام دینے کے بجائے حضرت فاطمہ ؓ کو رات کو سوتے ہوئے 33 مرتبہ سبحان اللہ، 33 بار الحمد للہ اور 34 بار اللہ اکبر پڑھنے کا حکم فرمایا۔ (صحیح بخاری: 5362) کیونکہ اس وقت غلام دینا ممکن نہیں تھا۔ البتہ جب غلام دستیاب ہوگئے تو حضرت فاطمہ ؓ کو بھی دیگر لوگوں کی طرح اُن کے حصے کے مطابق غلام دے دیا گیا۔ اسی طرح ایک موقع پر حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے بچپن میں صدقے کی کھجور منھ میں ڈال لی تو آپ ﷺ نے اُن کو فوراً وہ کھجور منھ سے نکالنے کی ہدایت فرمائی اور تربیت فرماتے ہوئے یہ فرمایا: ہم (آلِ محمد ﷺ) صدقہ نہیں کھاتے۔ (صحیح بخاری: 1491)

مثالوں سے وضاحت

الغرض نبی کریم ﷺ کا اندازِ تفہیم اور اسلوبِ تربیت انتہائی حکیمانہ تھا، کبھی آپ ﷺ زمین پر لکیریں ڈال کر مخاطب کو سمجھاتے، کبھی جسم کے مختلف اعضاء سے اشارہ فرما کر، کبھی ارد گرد سے مثال دے کر تو کبھی اشارے کنائے میں ہی بات ذکر فرما دیتے۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ تشریف لے جا رہے تھے۔ آپ ﷺ کا گزر ایک چھوٹے کانوں والے مردہ بکرے کے بچہ کے پاس سے ہوا۔ آپ ﷺ قریب گئے اور اسے کان سے پکڑ کر فرمایا: تم میں سے کون اس مردہ بچے کو ایک درہم میں خریدنا پسند کرے گا؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: ہم اسے کسی بھی قیمت پر نہیں لینا چاہتے کہ یہ کسی کام کا نہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: بغیر قیمت کے کوئی لینا چاہے گا؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ اگر زندہ ہوتا تب بھی اس میں عیب تھا، اب تو یہ مردہ ہے، اسے کون لینا چاہے گا؟ اب نبی کریم ﷺ ان کی توجہ جس بات کی طرف دلانا چاہ رہے تھے وہ ذکر کی، فرمایا: اللہ کی قسم! یہ بچہ تمھاری نظر میں جتنا بے وقعت ہے، دنیا اللہ کی نظر میں اس سے کہیں زیادہ بے وقعت ہے۔ (صحیح مسلم: 7418)

آپ ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے احوال سے باخبر رہتے اور خیر کے کاموں میں ان کی بھرپور حوصلہ افزائی فرمایا کرتے تھے۔ ہمیں نبی کریم ﷺ کے اسلوبِ تربیت کو سیکھنے، سمجھنے اور اپنی عملی زندگی کے اندر ڈھالنے کی ضرورت ہے تاکہ ہم بھی اپنی زندگی کے اندر آپ ﷺ کی صفاتِ حسنہ کو اپنا کر ایک مثالی مسلمان بن سکیں اور معاشرے کے اندر خیر اور برکت کا ذریعہ بن سکیں۔

مشق

سوال نمبر ۱۔ مناسب ترین جواب پر (✓) کا نشان لگائیں۔

۱۔ آپ ﷺ بعض اوقات اپنی بات دُہراتے تھے:

الف۔ دو مرتبہ   ب۔ تین مرتبہ   ج۔ چار مرتبہ   د۔ پانچ مرتبہ

۲۔ آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غلام کے بجائے کیا تحفہ عنایت فرمایا:

الف۔ نماز   ب۔ روزہ   ج۔ تلاوت   د۔ تسبیحات

۳۔ آپ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو تاکید فرمائی:

الف۔ عبادت کی   ب۔ تلاوت کی   ج۔ تہجد کی۔   د۔ تدریج کی

۴۔ آپ ﷺ نے دنیا کی بے وقعتی کو تشبیہ دی:

الف۔ مردہ گائے سے   ب۔ بکری کے مردہ بچے سے   ج۔ مردہ اونٹ سے   د۔ مردہ پرندے سے

۵۔ آپ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو تبلیغ کے حوالے جو نصیحت فرمائی اس میں کیا حکمت پوشیدہ تھی؟

الف۔ آسانی کی   ب۔ تدریج کی   ج۔ نرمی کی   د۔ تکرار کی

سوال نمبر ۲۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جواب تحریر کریں۔

۱۔ نبی کریم ﷺ کے بات دہرانے کے پیش نظر کیا وجہ ہوتی؟

۲۔ مخاطب کی فہم کے مطابق اس سے بات کرنا کیوں ضروری ہے؟

۳۔ تنبیہ کرنے کے لیے مربّی کو کون سا اسلوب اختیار کرنا چاہیے؟

۴۔ تربیت میں ڈانٹ ڈپٹ سے کیا منفی اثرات مرتب ہو سکتے ہیں؟

۵۔ آپ ﷺ مجمع عام میں تربیت کیسے فرماتے تھے؟

سوال نمبر ۳۔ درج ذیل سوالات کے تفصیلی جواب تحریر کریں۔

۱۔ آپ ﷺ کے اندازِ تربیت پر نوٹ لکھیں۔

۲۔ آپ ﷺ کے اندازِ تربیت کے اسلوب کے نمایاں پہلوؤں کو بیان کریں۔

۳۔ آپ ﷺ کے انداز تربیت کے اسوہ پر کیسے عمل پیرا ہوا جاسکتا ہے؟

سرگرمیاں برائے طلبہ

- قرآن وسنّت میں مثالوں کے ذریعے بات واضح کرنے کا اسلوب بکثرت استعمال کیا گیا ہے۔ چند مثالوں کو ڈھونڈ کر تحریر فرمائیں۔
- نبی کریم ﷺ نے لکڑی کی مدد سے زمین پر خانے بنا کر صحابہ کو کیا بات واضح کی، کتب حدیث سے پورا واقعہ ڈھونڈ کر تحریر کریں۔

برائے اساتذہ کرام

- طلبہ نبی کریم ﷺ کے انداز تربیت کی خوبیوں پر مذاکرہ کریں۔
- مثالی تربیت کے اہم عناصر مثلاً خیر خواہی، شفقت ومحبت اور باہمی احترام سے متعلق مذاکرہ کروایا جائے۔